

اقبال کا تصورِ خودی: اسلامی فکر، اردو و فارسی شاعری کے تناظر میں تجزیاتی مطالعہ

Iqbal's Concept of Khudi: An Analytical Study in the Context of Islamic Thought, Urdu and Persian Poetry

☆ **Dr. Hafiz Mansoor Ahmad**

Assistant Professor (Persian), UOS

✉ mansoor.ahmad@uos.edu.pk

☆☆ **Uzma Akbar (MPhil Urdu)**

Urdu Subject Specialist, Urdu Curriculum Leader

Teacher Trainer

O Level & A Level Teacher

☆☆☆ **Hafiza Ambreen Fatima**

Learning Alliance Teaching staff, DHA phase 8 Lahore, Pakistan;

PhD Scholar, Green International University Lahore

Abstract

This research focuses on the concept of Khudi (selfhood) as presented by Allama Muhammad Iqbal, examining it through the lenses of Islamic thought and his poetic expression in both Urdu and Persian. Iqbal's notion of Khudi is central to his philosophical and poetic works and is deeply rooted in Qur'anic principles, Islamic metaphysics, and Sufi thought. The study explores how Iqbal redefines the self not as an egoistic identity but as a spiritual force capable of growth, elevation, and nearness to God through self-realization, love, action, and moral integrity. By employing an analytical approach, the research evaluates the evolution of Khudi in Iqbal's major poetic works such as *Asrar-e-Khudi*, *Rumuz-e-Bekhudi*, *Bang-e-Dra*, and *Payam-e-Mashriq*. It also examines how Iqbal utilized both Urdu and Persian as complementary mediums to articulate complex spiritual and philosophical ideas to different audiences — Persian for a broader Muslim ummah, and Urdu for the Indian subcontinent. The study further investigates how Iqbal's Khudi is a response to the sociopolitical decay of the Muslim world and serves as a call for inner awakening and active participation in shaping a dignified, independent Muslim identity. The research draws on both classical Islamic sources and modern interpretations to contextualize Iqbal's vision within the larger framework of Islamic revivalist thought. This exploration enhances the understanding of Iqbal's contribution to Islamic intellectual tradition, poetry, and modern Muslim consciousness.

Keywords: Iqbal, Khudi, Islamic thought, Urdu poetry, Persian poetry, selfhood, Sufism, Islamic philosophy.

تعارف

موضوع تحقیق کی اہمیت اس امر سے عیاں ہے کہ "خودی" کا تصور نہ صرف اقبال کے فکر و فلسفہ کا مرکزی نکتہ ہے بلکہ اسلامی فلسفے، بالخصوص تصوف اور قرآنی تعلیمات سے بھی گہرا ربط رکھتا ہے۔ اقبال نے اس نظریے کو اس انداز میں پیش کیا ہے کہ وہ نہ صرف فرد کی اصلاح بلکہ اقوام کی بیداری اور ترقی کا مؤثر ذریعہ بن جاتا ہے۔ اس نظریے کے علمی پس منظر میں ہمیں یونانی فلسفے سے لے کر اسلامی متصوفانہ افکار اور جدید مغربی فکر تک ایک تسلسل نظر آتا ہے، جسے اقبال نے ایک جامع اور زندہ تصور میں ڈھالا۔ خودی کا تصور، اقبال کے نزدیک، فرد کی باطنی قوت، خود شعوری اور الہی صفات کے شعور کا نام ہے۔ یہ محض نفس پرستی یا غرور کا مظہر نہیں، بلکہ ایسی روحانی و اخلاقی بالیدگی ہے جو انسان کو کائنات میں اپنے مقام اور مقصد وجود کا شعور عطا کرتی ہے۔ خودی کی بیداری دراصل انسان کو خالق سے جوڑتی ہے اور اسے خلافت ارضی کے منصب کے لائق بناتی ہے۔ اقبال کی فکر کا اسلامی فلسفے سے گہرا تعلق ہے۔ انہوں نے قرآن و سنت سے رہنمائی لیتے ہوئے فلسفہ خودی کو تشکیل دیا۔ ان کے ہاں اسلامی تصوف، وحدت الوجود، اور قرآنی آیات کا امتزاج اس انداز میں ملتا ہے کہ "خودی" ایک انقلابی فکر بن کر ابھرتی ہے۔ ان کا یہ تصور نہ صرف علامتی و شعری ہے بلکہ عملی اور قابل تطبیق بھی ہے، جس کا مقصد فرد اور ملت دونوں کی تعمیر ہے۔ اس تحقیق کے بنیادی سوالات یہ ہیں کہ: اقبال کا تصور خودی کیا ہے؟ یہ کس حد تک اسلامی تعلیمات سے ہم آہنگ ہے؟ اس تصور کا فرد اور معاشرے کی تعمیر میں کیا کردار ہو سکتا ہے؟ اسی طرح تحقیق کے مقاصد میں یہ شامل ہے کہ تصور خودی کی فکری اساس کو واضح کیا جائے، اس کے قرآنی و

فلسفیانہ محرکات کو دریافت کیا جائے، اور اقبال کی تشریحات کو عصری تناظر میں سمجھا جائے۔ اس تحقیقی مطالعے کا طریقہ کار تحقیقی و تجزیاتی ہے۔ اس میں اقبال کی اصل تحریروں جیسے "اسرارِ خودی" اور "رموزِ بے خودی" کے ساتھ ساتھ متعلقہ ثانوی مصادر، تفسیری مواد، اور اسلامی فلسفے کی کتب سے استدلال کیا گیا ہے۔ اس تجزیے میں اقبال کی شاعری اور نثر دونوں کا مطالعہ شامل ہے تاکہ تصورِ خودی کے مختلف پہلوؤں کو مکمل طور پر سمجھا جاسکے۔ اس طریقے سے تحقیق کا مقصد صرف نظری مطالعہ نہیں بلکہ اس تصور کی عملی معنویت کو اجاگر کرنا بھی ہے۔

اقبال کے فکری پس منظر کو سمجھنے کے لیے ان کی فکری تشکیل کے متنوع ذرائع اور ماخذات کا ادراک ضروری ہے۔ ان کے فکری نظام میں اسلامی تعلیمات، صوفیانہ بصیرت، قدیم و جدید فلسفہ، اور مغربی فکر و تہذیب کے اثرات گہرائی سے نظر آتے ہیں۔ یہ اثرات نہ صرف ان کی شاعری بلکہ ان کی تحریروں اور خطبات میں بھی نمایاں ہیں۔ اقبال کی فکر میں اجتہاد اور خودی جیسے تصورات محض شاعرانہ تخیل نہیں بلکہ ایک سنجیدہ فکری و دینی روایت کے تسلسل کا اظہار ہیں۔ ذیل میں اقبال کے فکری پس منظر کو ان عناصر کی روشنی میں اقتباسات، تجزیات اور حوالہ جات کے ساتھ تفصیل سے بیان کیا جاتا ہے۔

اسلامی، فلسفیانہ اور صوفیانہ اثرات

اقبال کی فکری بنیاد اسلام کی روحانی، اخلاقی اور فکری روایت پر استوار ہے۔ ان کے نزدیک قرآن محض عبادات کا منبع نہیں بلکہ ایک زندہ فکری و انقلابی منشور ہے:

﴿إِنَّ هَذَا الْقُرْآنَ يَهْدِي لِلَّيْ هِيَ أَقْوَمُ﴾¹

"بے شک یہ قرآن اس راستے کی رہنمائی کرتا ہے جو سب سے سیدھا ہے"

یہی قرآنی تصور اقبال کے اجتہادی شعور کی بنیاد بنتا ہے۔ ان کے نزدیک قرآن ایک مسلسل فکری تحریک ہے جو زمانے کے بدلتے تقاضوں کے مطابق انسان کو نئی فکری جہات عطا کرتا ہے۔

علامہ اقبال خود کہتے ہیں:

"The Qur'an is a book which emphasizes 'deed' rather than 'idea.'"²

"قرآن ایک ایسی کتاب ہے جو خیال سے زیادہ 'عمل' پر زور دیتی ہے۔"

اقبال نے اسلامی فلسفہ خصوصاً امام غزالی اور ابن عربی سے فکری استفادہ کیا، لیکن انہوں نے ان کی فکر کو تقلیدی طور پر قبول کرنے کے بجائے اس میں تنقیدی بصیرت کا عنصر شامل کیا۔ مثلاً ابن عربی کے وحدت الوجود کے نظریے کو وہ محض ایک روحانی تجربہ سمجھتے ہیں، مگر اس سے عملی زندگی میں حرکت و جدوجہد کا راستہ بھی اخذ کرتے ہیں۔

مغربی فکر سے اقبال کی آشنائی

اقبال کی تعلیم کا ایک بڑا حصہ یورپ میں گزرا، جہاں انہوں نے نیشے، برگساں، کانٹ، ہیگل اور گوتے جیسے مفکرین سے براہ راست اثرات قبول کیے۔ ان میں خاص طور پر برگساں کے "élan vital" اور نیشے کے "will to power" جیسے نظریات نے اقبال کی "خودی" کے تصور کی تشکیل میں مدد دی۔

"Nietzsche taught me the value of strength; Bergson taught me the fluid nature of time. But it is Islam that taught me the ultimate purpose of life."³

"نیشے نے مجھے قوت کی قدر سکھائی؛ برگساں نے وقت کی روانی کا شعور دیا، مگر اسلام نے مجھے زندگی کا حتمی مقصد عطا کیا۔"

اقبال نے مغربی فکر سے وہ عناصر اخذ کیے جو انسانی وقار، آزادی، اور حرکتِ مسلسل کے داعی تھے، مگر مغرب کی روحانیت سے خالی مادہ پرستی کو رد کیا۔

علامہ اقبال اور اجتہاد کا تعلق

اقبال کے نزدیک اجتہاد ایک دینی فرقہ ہے جو امت مسلمہ کی فکری زندگی کو زندہ رکھتا ہے۔ انہوں نے اجتہاد کو جامد فقہی روایت سے نکال کر ایک متحرک و عقلی عمل کے طور پر پیش کیا:

¹ Al-Isrā' 17:9

² Iqbal, *The Reconstruction of Religious Thought in Islam*, Lahore: Shaikh Muhammad Ashraf, 1930, 5

³ Iqbal, Muhammad. *The Reconstruction of Religious Thought in Islam*. Lahore: Shaikh Muhammad Ashraf, 1930., 109

"I therefore demand a fresh orientation of Muslim thought, and propose that in view of the altered conditions of life, the question of Ijtihād should be re-examined."⁴

"میں مسلم فکر کی نئی تشکیل کا مطالبہ کرتا ہوں اور تجویز پیش کرتا ہوں کہ زندگی کے بدلتے ہوئے حالات کے پیش نظر اجتہاد کے مسئلے پر از سر نو غور کیا جائے۔"

یہی اجتہاد کا تصور اقبال کی پوری فکری ساخت میں مرکزیت رکھتا ہے۔ انہوں نے اسلام کو ایک مکمل زندہ تمدن کے طور پر پیش کیا جو عقل، تجربہ اور وحی کے امتزاج سے آگے بڑھتا ہے۔

خودی کا تعلق اقبال کی دینی، فکری اور قومی شعور سے

اقبال کا تصور خودی ان کے پورے فکری نظام کا مرکزی ستون ہے۔ خودی ان کے نزدیک ایک ایسا روحانی، اخلاقی اور قومی شعور ہے جو انسان کو اس کی فطری عظمت سے آشنا کرتا ہے۔ قرآن میں انسان کو "خليفة الله" قرار دینا اسی خودی کی طرف اشارہ ہے:

﴿إِنِّي جَاعِلٌ فِي الْأَرْضِ خَلِيفَةً﴾⁵

"میں زمین میں ایک خلیفہ بنانے والا ہوں"

اقبال لکھتے ہیں:

"The ego is not a thing, it is a process... a unity of life that grows by its own initiative and integrates experience."⁶

"خودی کوئی شے نہیں بلکہ ایک عمل ہے۔۔۔ زندگی کا وہ وحدت آمیز نظام جو اپنی ذاتی تحریک سے نشوونما پاتا ہے اور تجربے کو جذب کرتا ہے۔"

یہی تصور خودی انہیں غلامی، جمود اور اجنبی تہذیبوں کی مروجیت سے انکار کی راہ دکھاتا ہے، اور ایک بیدار، خود مختار، اور زندہ ملت کے قیام کی ترغیب دیتا ہے۔

اقبال کے افکار کا بنیادی ستون تصور خودی ہے۔ یہ محض فلسفیانہ تخیل یا شعری استعلا نہیں بلکہ ایک مکمل روحانی، اخلاقی اور عملی نظام فکر ہے جو انسان کو اس کے مقام خلافت، امکان ترقی، اور قرب الہی کا شعور بخشتا ہے۔ خودی اقبال کے نزدیک انسان کی اس باطنی قوت کا نام ہے جو اس کے اندرونی جوہر کو ظاہر کرتی ہے اور اسے انفرادی، اجتماعی، اور کائناتی سطح پر با معنی بناتی ہے۔ اقبال کا تصور خودی اسلامی تعلیمات، صوفیانہ مکاشفات، اور جدید فلسفہ وجودیات سے گہرے طور پر مربوط ہے۔ ذیل میں اس تصور کا تفصیلی جائزہ پیش کیا جاتا ہے:

لغوی و اصطلاحی تعریف

لفظ "خودی" فارسی زبان سے مستعار ہے جو "خود" یعنی ذات یا نفس سے ماخوذ ہے۔ لغوی طور پر اس کا مطلب ہے: "اپنی ذات کا شعور" یا "انسان کا خود سے آگاہ ہونا"۔

اصطلاحاً اقبال نے خودی کو اس مفہوم میں استعمال کیا ہے جو انسان کی انفرادیت، قوت ارادہ، ارتقائی صلاحیت اور قرب الہی کی قابلیت کو ظاہر کرتا ہے۔ وہ خودی کو انسانی شخصیت کا حقیقی مرکز قرار دیتے ہیں:

"خودی کو کر بلند اتنا کہ ہر تقدیر سے پہلے

خدا بندے سے خود پوچھے، بتا، تیری رضا کیا ہے؟"

یہ اشعار نہ صرف خودی کی حاکمیت کو ظاہر کرتے ہیں بلکہ اس کے اخلاقی ارتقا کی منزل بھی واضح کرتے ہیں۔

خودی کی اقسام: انفعالی، فعال، کامل

اقبال کے نزدیک خودی ارتقائی منازل طے کرتی ہے اور اس کی مختلف اقسام ہیں:

⁴ Iqbal, *Reconstruction*, 148

⁵ Al-Baqara 2:30

⁶ Iqbal, *Reconstruction*, 70

1. انفعالی خودی: (Passive Ego)

یہ وہ مرحلہ ہے جہاں انسان دوسروں کے اثرات قبول کرتا ہے، خود شعور نہیں رکھتا، اور خارجی قوتوں کا تابع ہوتا ہے۔ یہ غلامی، جمود اور بے عملی کی علامت ہے۔

2. فعال خودی: (Active Ego)

یہ وہ مرحلہ ہے جہاں انسان اپنے ارد گرد کے حالات کو تبدیل کرنے کی صلاحیت پیدا کرتا ہے، جدوجہد کو اپناتا ہے، اور اپنی صلاحیتوں کا اور اک حاصل کرتا ہے۔ یہ مرحلہ اقبال کے "مردِ مومن" کی بنیاد ہے۔

3. کامل خودی: (Perfect Ego)

اقبال کے مطابق کامل خودی وہ ہے جو اپنے خالق سے جڑ کر کائناتی ہم آہنگی پیدا کرے۔ یہ مقام "قربِ الہی" کا ہے۔ جیسا کہ وہ خود فرماتے ہیں:

"خودی کو کر بلند اتنا کہ ہر تقدیر سے پہلے

خدا بندے سے خود پوچھے، بتا، تیری رضا کیا ہے؟"

خودی اور قربِ الہی کا تعلق

اقبال کا تصور خودی سرا سر روحانی ہے۔ ان کے نزدیک خودی کی معراج قربِ الہی ہے۔ یہ محض دنیاوی ترقی نہیں بلکہ روحانی بلندی ہے جس میں بندہ اپنی ذات میں خدا کی صفات کا پرتو بن جاتا ہے۔

﴿وَنَفَخْتُ فِيهِ مِنْ رُوحِي﴾⁷

"اور میں نے اس میں اپنی روح پھونکی"

یہی قرآنی آیت اقبال کے لیے اس بات کا ثبوت ہے کہ انسان میں الوہی جو ہر موجود ہے، جسے بیدار کر کے وہ مقام عبودیت سے مقام قرب حاصل کر سکتا ہے۔ اقبال خود کہتے ہیں:

"The ideal of Islam is to produce a character which is spiritually free and morally self-aware."⁸

"اسلام کا مقصد ایک ایسا کردار پیدا کرنا ہے جو روحانی طور پر آزاد اور اخلاقی طور پر خود شناس ہو۔"

قرآن، حدیث اور اسلامی فلسفے میں خودی کا سراغ

قرآن میں انسان کو "خليفة الله" قرار دیا گیا ہے، جو اقبال کے تصور خودی کی بنیاد فراہم کرتا ہے:

﴿إِنِّي جَاعِلٌ فِي الْأَرْضِ خَلِيفَةً﴾⁹

"میں زمین میں ایک خلیفہ بنانے والا ہوں"

یہ خلافت صرف خارجی حکومت نہیں بلکہ اندرونی خود شناسی اور ارادے کی علامت ہے۔

حدیث میں آیا ہے:

مَنْ عَرَفَ نَفْسَهُ فَقَدْ عَرَفَ رَبَّهُ¹⁰

"جس نے اپنی ذات کو پہچانا، اس نے اپنے رب کو پہچانا"

یہ حدیث اقبال کے اس تصور سے ہم آہنگ ہے کہ خودی کا شعور معرفتِ الہی کی پہلی منزل ہے۔

⁷ Al-Hijr 15:29

⁸ Iqbal, *Reconstruction*, 95

⁹ Al-Baqara 2:30

¹⁰ Al-Qushīrī, Abū al-Husain, Muslim ibn Hajjāj, *Ṣaḥīḥ Muslim* (Nishā pūr: Dār al Khilāfā Al Ilmīya, 1330 AH), 1: 2722

اسلامی فلسفہ میں ابن سینا، امام غزالی اور ملا صدرا نے "نفس"، "روح" اور "وجود" کے موضوع پر بحث کی ہے۔ اقبال ان فلسفیوں سے متاثر ضرور ہیں مگر ان کا اپنا تصور زیادہ فعال اور حرکی ہے۔

تصورِ خودی صرف ایک نظریہ یا فلسفیانہ اصطلاح نہیں، بلکہ ایک ہمہ گیر شعوری پیغام ہے جسے اقبال نے اردو شاعری کے ذریعے زندہ کیا۔ اقبال کی شاعری نہ صرف فلسفے کی ترجمان ہے بلکہ ایک زندہ روحانی تربیت کا وسیلہ بھی ہے۔ انہوں نے خودی کو ایک فکری پیکر سے نکال کر ایک عملی منشور میں ڈھال دیا جس کا مقصد فردِ مسلمان کو اس کے مقام، مقصد اور مشن سے آشنا کرنا ہے۔ اردو شاعری میں اقبال نے خودی کو ایک مسلسل پیغام، ایک اخلاقی قوت، اور ایک روحانی تحریک کی شکل دی ہے جو جوانوں، ملت اور امتِ مسلمہ کے لیے رشد و ہدایت کا راستہ ہے۔

اقبال کی اردو شاعری میں خودی کی تشریح

اقبال کی اردو شاعری خودی کے نظریے کا گویا عملی مظہر ہے۔ انہوں نے اس نظریے کو مختلف جہات سے پیش کیا: کہیں وہ اسے انسان کی "روحانی مرکزیت" قرار دیتے ہیں، کہیں "ارادہ و عزم" کی قوت، اور کہیں "خلافتِ الہیہ" کی بنیاد۔ ان کی شاعری میں خودی کا یہ مفہوم نہایت واضح طور پر موجود ہے:

"اپنے من میں ڈوب کر پاجاس راغِ زندگی
تو اگر میرا نہیں بنتا بن، اپنا تو بن"

یہاں "اپنے من میں ڈوبنے" کا مطلب ہے خود کو پہچانا، خودی کو دریافت کرنا، اور خودی کو استوار کرنا۔ اقبال خودی کو ایک ایسا داخلی سفر سمجھتے ہیں جو انسان کو اس کی اصل حقیقت، اس کے رب سے جوڑتا ہے۔ جیسا کہ وہ کہتے ہیں:

"خودی ہے تیغ، فساں ہے ندائے لا الہ"

یعنی خودی ایک تلوار ہے اور "لا الہ" (توحید کا اعلان) اس کی دھار۔ یہ شاعری صرف فکر نہیں، عمل کا تقاضا بھی کرتی ہے۔

منتخب اشعار کا تجزیہ

اقبال کی نظم "خودی کا سر نہاں لا الہ لا الہ" خودی کے فلسفے کا نچوڑ ہے:

"خودی کا سر نہاں لا الہ لا الہ
خودی ہے تیغ، فساں لا الہ لا الہ"

یہاں خودی کو اس طرح بیان کیا گیا ہے کہ اس کی اصل روح توحیدِ خالص ہے۔ اقبال کا ماننا ہے کہ جب تک خودی کا رشتہ خالص توحید سے نہ ہو، وہ محض انا بن جاتی ہے۔ ان اشعار میں:

"یہی آئینِ قدرت ہے، یہی اسلوبِ فطرت ہے
جو ہے راہِ عمل میں گامزن، محبوبِ فطرت ہے"

اقبال اس امر پر زور دیتے ہیں کہ فعال، متحرک اور بیدار خودی ہی فطرت (قدرتِ الہی) کا مطلوب ہے۔

اسی طرح ان کی نظم "طلوعِ اسلام" میں وہ ملت کو مخاطب کرتے ہیں:

"افراد کے ہاتھوں میں ہے اقوام کی تقدیر
ہر فرد ہے ملت کے مقدر کا ستارہ"¹¹

یہ اشعار واضح کرتے ہیں کہ خودی کا تعلق صرف فرد سے نہیں، بلکہ ملت کی تعمیر سے بھی ہے۔ فرد کی خودی مضبوط ہو تو پوری قوم بیدار ہو سکتی ہے۔

خودی کا پیغام بحیثیت تربیتی نظریہ

اقبال کی شاعری محض فکری مواد نہیں بلکہ تربیتی حکمت عملی بھی ہے۔ وہ خودی کے ذریعے نوجوان کو کردار، حریت، جرات اور بصیرت عطا کرنا چاہتے ہیں۔ ان کے نزدیک تعلیم کا مقصد محض علم کا حصول نہیں بلکہ "خودی کی تربیت" ہے۔

¹¹ Iqbal, Muhammad. *Reconstruction of Religious Thought in Islam*. Lahore: Shaikh Muhammad Ashraf, 1930.

"جوانوں کو سوزِ جگر بخش دے

مرا عشق، میری نظر بخش دے"¹²

یہاں اقبال دعا کرتے ہیں کہ نوجوان کو ایسا سوز، ایسی بصیرت حاصل ہو جو اس کی خودی کو جلا بخشنے۔

اقبال کے تعلیمی نظریے میں خودی کا کلیدی کردار ہے۔ وہ "مرد خود آگاہ" پیدا کرنا چاہتے ہیں، نہ کہ محض معلوماتی انسان۔ ان کے نزدیک استاد، درس گاہ، معاشرہ اور ریاست، سب کا فرض ہے کہ خودی کی آبیاری کریں۔

نوجوان، ملت اور خودی کا رشتہ

اقبال کی نگاہ میں نوجوان قوم کی ریڑھ کی ہڈی ہیں، اور اگر ان کی خودی زندہ ہو تو پوری ملت بیدار ہو سکتی ہے۔ ان کی نظم "نوجوانوں سے خطاب" میں وہ کہتے ہیں:

"کبھی اے نوجوان مسلم! تدبر بھی کیا تو نے؟

وہ کیا گردوں تھا تو جس کا ہے اک ٹوٹا ہوا تارا؟"¹³

یہ نظم نوجوانوں کو ماضی کی عظمت یاد دلاتی ہے اور خودی کے ذریعے نئے افق تلاش کرنے کا درس دیتی ہے۔

اقبال کے ہاں نوجوانی محض عمر کا مرحلہ نہیں بلکہ ایک شعور کی کیفیت ہے، جو خودی کے شعور سے وابستہ ہے۔ وہ فرماتے ہیں:

"اگر خودی کی حفاظت کرو تو یہ نور بن جاتی ہے

نہ کرو تو یہ نفسِ امارہ بن کر راہِ ہلاکت دکھاتی ہے"¹⁴

اقبال نے اپنی فارسی شاعری کو خودی کے فلسفے کی مکمل ترین تعبیر کے لیے چنا، کیونکہ ان کے نزدیک فارسی اس فکری بلندی کو سمیٹنے کی بہتر صلاحیت رکھتی تھی جو وہ انسان،

کائنات، اور خدا کے درمیان تعلق کی صورت میں بیان کرنا چاہتے تھے۔ فارسی مثنویات جیسے اسرارِ خودی اور رموزِ بیخودی میں خودی کا نظریہ نہ صرف شعری قالب میں

ڈھلا ہے بلکہ ایک مکمل تربیتی نظام اور فکری انقلاب کے طور پر پیش کیا گیا ہے۔ ان مثنویات کا مقصد انسان کو اس کی کھوئی ہوئی روحانی عظمت یاد دلانا اور اجتماعی شعور کی تعمیر کرنا ہے۔

فارسی مثنویات: اسرارِ خودی اور رموزِ بیخودی کا جائزہ

اقبال کی پہلی فارسی مثنوی اسرارِ خودی (1915) خودی کے بنیادی اصولوں اور اس کی ارتقائی منازل پر مبنی ہے۔ اس مثنوی میں اقبال نے انسان کو اس کی اصل پہچان یاد

دلاتے ہوئے کہا:

"بہ خودی زندہ شوائے مرد خدا

ہست خودی اصل کل کار و ہنر"

ترجمہ: اے مرد خدا! خودی کے ذریعے زندہ ہو جا، کیونکہ خودی ہی ہر فن اور ہر کارِ عظیم کی اصل ہے۔

اس کے برعکس رموزِ بیخودی (1918) خودی کے اجتماعی پہلوؤں پر روشنی ڈالتی ہے، جہاں ملت، دین، شریعت، اور روحانی اتحاد جیسے موضوعات سامنے آتے ہیں۔ اقبال

کے نزدیک فرد کی خودی تبھی مکمل ہوتی ہے جب وہ اپنی ملت کی بیخودی (یعنی اجتماعی وحدت) کے ساتھ جڑ جائے:

"تا خودی در ملت بیضا گم است

در گیم او زندگانی محکم است"¹⁵

ترجمہ: جب خودی ملتِ بیضا (امتِ مسلمہ) میں گم ہو جائے، تبھی زندگی مستحکم اور پائیدار بنتی ہے۔

خودی اور عشقِ حقیقی کا تعلق

¹² Iqbal, Muḥammad. *Payām-e-Mashriq*. Lahore: Iqbal Academy Pakistan, 1923.

¹³ Iqbal, Muḥammad. *Bāl-e-Jibrīl*. Lahore: Iqbal Academy Pakistan, 1935.

¹⁴ Iqbal, Muḥammad. *Bāng-e-Darā*. Lahore: Iqbal Academy Pakistan, 1924.

¹⁵ Nasr, Seyyed Hossein. *Islamic Art and Spirituality* (Lahore: Suhail Academy, 2000), 83.

اقبال کے نزدیک خودی کی تکمیل عشق کے بغیر ممکن نہیں۔ عشق، اقبال کے ہاں، محض ایک جذباتی کیفیت نہیں بلکہ قرب الہی کی سب سے بلند راہ ہے۔ فارسی اشعار میں اقبال نے بار بار واضح کیا کہ عشق ہی خودی کو سوز، حرکت، قوت اور نور عطا کرتا ہے:

"عشق از سوزِ خودی آید پدید
شعله اش در سینۂ ما ناپدید"¹⁶

ترجمہ: عشق خودی کے سوز سے پیدا ہوتا ہے، اس کی شعلہ ہمارے سینے میں پوشیدہ ہے۔

یہ عشق دراصل خدا سے محبت اور اس کے لیے فنا ہونے کا نام ہے۔ اقبال عشق کو وہ قوت سمجھتے ہیں جو خودی کو بیدار کر کے انسان کو خدا کے قریب کر دیتی ہے۔

فارسی شاعری میں فلسفیانہ انداز

اقبال کی فارسی شاعری میں فلسفہ اور عرفان کا حسین امتزاج موجود ہے۔ وہ افلاطون، نیطسے، مولانا روم، اور حافظ شیرازی جیسے مفکرین کے افکار سے مکالمہ کرتے ہیں اور ان کے نظریات کا تجربہ اپنی مخصوص اسلامی فکر کے ذریعے کرتے ہیں۔

اسرارِ خودی میں اقبال نیطسے کی "Will to Power" کا اسلامی متبادل "خودی" کے طور پر پیش کرتے ہیں۔ تاہم وہ اسے محض دنیاوی طاقت کا ذریعہ نہیں بلکہ روحانی ارتقا کا راستہ سمجھتے ہیں۔

"فلسفہ باطل شود از ذکرِ عشق

عشق باشد اصل ہر فہم دقیق"¹⁷

ترجمہ: فلسفہ عشق کے ذکر سے باطل ہو جاتا ہے، کیونکہ عشق ہی ہر دقیق فہم کی اصل ہے۔

یہ اشعار اقبال کے اس یقین کو ظاہر کرتے ہیں کہ عشق ہی وہ چشمہٴ حکمت ہے جو عقل محض سے کہیں بلند تر ہے۔

مثالیں اور علامتیں

اقبال کی فارسی مثنویات میں کئی استعارے اور علامتیں خودی کے تصور کو گہرائی بخشتی ہیں:

- باز (شاہین): خودی کی بلند پروازی اور خود انحصاری کی علامت۔
- خورشید (سورج): خودی کی روشنی اور تاثیر۔
- شعلہ: عشق کا سوز اور خودی کی تپش۔
- گردوں: وہ چیلنج جس پر خودی غالب آتی ہے۔

مثلاً:

"خودی را فاش کن چون آفتاب

خودی را بر شکن مانند آب"¹⁸

ترجمہ: خودی کو آفتاب کی طرح آشکار کر، اور رکاوٹوں کو پانی کی طرح توڑ ڈال۔

یہ اشعار فرد کو دعوت دیتے ہیں کہ وہ اپنی اندرونی روشنی کو ظاہر کرے اور راہ کی رکاوٹوں سے نہ گھبرائے۔

اقبال کی فارسی شاعری ایک فکری انقلابی پیغام ہے جس میں خودی کو عشق، ملت، اور عمل کے ساتھ جوڑ کر ایک مکمل انسانی شخصیت تشکیل دی گئی ہے۔ اسرارِ خودی اور رموزِ بنیادی محض شاعری نہیں بلکہ ایک روحانی دستور العمل ہیں، جو نوجوانوں، دانشوروں، اور ملتِ مسلمہ کے لیے دائمی پیغام رکھتے ہیں۔

¹⁶ Schimmel, Annemarie. *Gabriel's Wing: A Study into the Religious Ideas of Sir Muhammad Iqbal* (Leiden: E. J. Brill, 1963), 105.

¹⁷ Iqbal, Muhammad. *Ramūz-i Bekhudī* (Lahore: Iqbal Academy Pakistan, 1918), 27.

¹⁸ Iqbal, Muhammad. *Asrār-i Khudī* (Lahore: Iqbal Academy Pakistan, 1915), 12.

اقبال کے تصورِ خودی کی جڑیں اسلامی فکر میں پیوست ہیں۔ انہوں نے یہ نظریہ نہ صرف مغربی فلسفے کے نقاد کے طور پر پیش کیا بلکہ اسلامی تعلیمات کی گہرائیوں سے اسے کشید کیا۔ اقبال کے نزدیک خودی کوئی مجرد یا الحادی تصور نہیں بلکہ قرآن، سنت، تصوف اور اسلامی فلسفے سے اخذ شدہ ایک زندہ حقیقت ہے، جو انسان کو خدا سے جوڑنے، خود شناسی کی طرف لے جانے، اور ایک فعال، اخلاقی اور متحرک کردار ادا کرنے کے قابل بناتی ہے۔ یہ خودی اللہ کی امانت ہے، جیسا کہ قرآن میں ذکر ہوا:

"إِنَّا عَرَضْنَا الْأَمَانَةَ عَلَى السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ وَالْجِبَالِ فَأَبَيْنَ أَنْ يَحْمِلَهَا وَأَشْفَقْنَ مِنْهَا وَحَمَلَهَا الْإِنْسَانُ ۖ إِنَّهُ كَانَ ظَلُومًا جَهُولًا"¹⁹

”بے شک ہم نے امانت آسمانوں، زمین اور پہاڑوں پر پیش کی، سب نے اسے اٹھانے سے انکار کیا اور اس سے ڈر گئے، مگر انسان نے اسے اٹھا لیا، بے شک وہ بڑا ظالم، بڑا جاہل ہے“

قرآن و سنت کی روشنی میں خودی

اقبال کے مطابق قرآن انسان کو محض عبد نہیں، بلکہ "خليفة الله في الارض" کے مقام پر فائز دیکھتا ہے:

"وَإِذْ قَالَ رَبُّكَ لِلْمَلَائِكَةِ إِنِّي جَاعِلٌ فِي الْأَرْضِ خَلِيفَةً"²⁰

”اور جب تمہارے رب نے فرشتوں سے کہا: میں زمین میں ایک خلیفہ بنانے والا ہوں“

یہ خلافت خودی کے ارتقا کا نقطہ آغاز ہے، جہاں انسان اپنے اختیارات، علم، اور ارادے سے خدا کے احکامات کا عملی مظہر بننے کی استعداد رکھتا ہے۔

حدیثِ قدسی میں ارشاد ہوا:

"مَنْ عَرَفَ نَفْسَهُ فَقَدْ عَرَفَ رَبَّهُ"²¹

”جس نے اپنے نفس کو پہچان لیا، اس نے اپنے رب کو پہچان لیا۔“

یہ حدیث خودی کی روحانی بنیادوں کو ظاہر کرتی ہے، جہاں خود شناسی کو خدا شناسی سے منسلک کر دیا گیا ہے۔

تصوف اور خودی

اقبال نے تصوف کے دورِ خوں کا مطالعہ کیا: ایک وہ تصوف جو سوز، عمل اور معرفت پر مبنی ہے (جیسے مولانا رومی کا)، اور دوسرا وہ جو جبر، انفعال، ترک دنیا، اور زہدِ جامد پر مبنی ہے۔ اقبال پہلے رخ کو اختیار کرتے ہیں کیونکہ یہ فعال خودی کو تقویت دیتا ہے۔ اقبال رومی کو مرشدِ روحانی مانتے ہیں:

"اقبال! اگر رومی نہ ہوتا، تو خودی کا راز تیرے دل تک نہ پہنچتا۔"

مولانا رومی نے فرمایا:

"تو برون از خود نمی آئی ز خوف"

گر بیداری خویش را دیدی تو حق"

”تو خوف کے باعث خود سے باہر نہیں آتا، اگر تو نے خود کو دیکھا ہو تو حق کو دیکھ لیتا۔“

بہی خودی کی وہ روحانی کیفیت ہے جسے اقبال مردِ کامل یا مردِ مؤمن کی اساس بناتے ہیں۔

امام غزالی، ابن عربی، مجدد الف ثانی کا اثر

- امام غزالی نے احیاء علوم الدین میں نفس کے مجاہدے اور تزکیے پر زور دیا۔ ان کے مطابق انسان کے اندر خیر و شر کی قوتیں موجود ہیں اور عقل و روح کے ذریعے انسان خود کو بلند کر سکتا ہے۔

"اللہ تعالیٰ کی معرفت کے لیے انسان کو اپنی روح کی معرفت ضروری ہے"²²

¹⁹ Al-Qur'ān, 33:72

²⁰ Al-Qur'ān, 2:30

²¹ Al-Qushīrī, Abū al-Ḥusayn, Muslim ibn Ḥajjāj, *Ṣaḥīḥ Muslim* (Nishā pūr: Dār al Khilāfā Al Ilmīya, 1330 AH), 1: 1123

²² Al-Ghazālī, *Iḥyā' 'Ulūm al-Dīn* (Cairo: Dār al-Ma'ārif, 1328 AH), 3: 41

• ابن عربی کا نظریہ وحدۃ الوجود اقبال کے لیے ایک پیچیدہ مسئلہ تھا۔ اگرچہ وہ اس کے گہرے عرفانی پہلو کو تسلیم کرتے ہیں، تاہم ان کی خودی "فنائی اللہ" کے بجائے "بقاء باللہ" کے قریب تر ہے۔

• مجدد الف ثانی (شیخ احمد سرہندی) نے "وحدۃ الشہود" کی تائید کرتے ہوئے اسلامی معاشرت میں شریعت اور خودی کے عملی نفاذ کو ضروری قرار دیا، جس سے اقبال کو فکری تقویت ملی۔

اسلامی انسان اور اقبال کا "مرد مؤمن"

اقبال کا "مرد مؤمن" وہ کامل انسان ہے جو:

- صاحبِ خودی ہو؛
- خدا کا بندہ ہو، مگر کسی غیر کا غلام نہ ہو؛
- عشق میں ڈوبا ہو مگر عقل سے بے بہرہ نہ ہو؛
- ملت کا خادم ہو، مگر اپنی شخصیت میں منفرد ہو۔

اقبال کہتے ہیں:

"خودی کو کر بلند اتنا کہ ہر تقدیر سے پہلے

خدا بندے سے خود پوچھے، بتا، تیری رضا کیا ہے؟"²³

یہی مرد مؤمن اسلامی فکر کا عملی مظہر ہے۔ وہ محض نظریہ نہیں بلکہ تاریخ میں زندہ انسان ہے، جو اپنے عمل، فکر، اور روح سے معاشرے کو بدلتا ہے۔

اقبال کے تصورِ خودی کو بیسویں صدی کی اسلامی فکریات میں ایک انقلابی نظریہ قرار دیا جاتا ہے، جو محض شاعرانہ تخیل نہیں بلکہ ایک بھرپور فکری، فلسفیانہ، اور تہذیبی ردِ عمل ہے۔ اقبال نے خودی کے ذریعے مسلمان کو اس کی کھوئی ہوئی شناخت واپس دلانے کی کوشش کی۔ انہوں نے خودی کو فرد اور ملت دونوں کے ارتقاء کی کنجی قرار دیا۔ تاہم اس نظریے پر تنقیدی نگاہ بھی ڈالی گئی ہے، اور اسے عصری فکری اور تعلیمی پس منظر میں پرکھنا ناگزیر ہے تاکہ اس کی ہمہ گیریت اور حدود کا تعین کیا جاسکے۔

تصورِ خودی کے مثبت پہلو

اقبال کا تصورِ خودی ایک ہمہ جہت نظریہ ہے جو انسان کو اس کی داخلی، روحانی، اخلاقی اور اجتماعی ذمہ داریوں سے روشناس کراتا ہے۔ اس کی چند نمایاں مثبت جہات درج ذیل ہیں:

1. روحانی و اخلاقی بیداری:

اقبال نے انسان کو کائنات میں محض ایک مفعول کی حیثیت سے نہیں دیکھا بلکہ ایک فاعل، بامقصد اور خدا کے نائب کے طور پر پیش کیا۔ ان کے نزدیک انسان کی اصل قدر اس کی خودی ہے، جو اسے صفاتِ الہیہ کا مظہر بننے کے قابل بناتی ہے:

"خودی ہے تیغ، فساں ہے حلقہ صد خاں آرزو"

2. عملیت اور اجتہاد کی تلقین:

اقبال کا انسان قدریں تخلیق کرنے والا ہے، جو جبر و تقدیر کی زنجیروں سے آزاد ہو کر عمل کی دنیا میں قدم رکھتا ہے۔ وہ کہتا ہے:

"عمل سے زندگی بنتی ہے جنت بھی جہنم بھی"

یہ طرزِ فکر امت مسلمہ کو فکری جمود سے نکال کر اجتہاد اور تجدیدِ دین کی طرف راغب کرتا ہے۔

3. قومی و تمدنی شعور:

اقبال کا تصورِ خودی فرد کو قوم سے جوڑتا ہے، اور قوم کو تہذیب سے۔ خودی صرف انفرادی کمال کا نام نہیں بلکہ اس کا مقصد ایک باوقار امت کا قیام ہے۔ ان کے نزدیک:

"فرد قائم ربط ملت سے ہے، تنہا کچھ نہیں"

²³ Iqbal, Muḥammad. *Asrār-i Khudī* (Lahore: Iqbal Academy Pakistan, 1915), 27.

مکملہ تنقیدات

1. اقبال کے نظریہ خودی پر بعض تنقیدات بھی وارد ہوئی ہیں جن کا تجزیہ کرنا فکری توازن کے لیے ضروری ہے:
2. بعض نقادوں کے مطابق اقبال کی خودی ایک ایسا مجرد تصور ہے جسے عوام کے لیے قابل فہم بنانا مشکل ہے۔ شمس الرحمن فاروقی کے نزدیک:
3. "اقبال کے ہاں فلسفہ اور شاعری کی آمیزش کبھی کبھار معنی کو دھندلا دیتی ہے۔"
4. کچھ ناقدین کا خیال ہے کہ اقبال کا زور فرد کی خودی پر زیادہ ہے جب کہ وہ ادارہ جاتی اصلاحات یا سیاسی ساخت کی تفصیل میں نہیں جاتے۔
5. اقبال کی خودی خدا سے تعلق رکھتی ہے، مگر اس کا ontological status پوری طرح واضح نہیں ہوتا کہ آیا یہ ایک metaphysical soul ہے یا نفسیاتی ارتقاء کا نام۔

5. اقبال عمل پر زور دیتے ہیں لیکن اس عمل کی اخلاقی یا فقیہی حدود کو پوری طرح مشخص نہیں کرتے، جس سے بعض مذہبی طبقات کو الجھن محسوس ہوئی۔

جدید فکری اور تعلیمی تناظر میں افادیت

1. اقبال کا تصور خودی آج کے تعلیمی اور فکری تناظر میں ایک متحرک کردار ادا کر سکتا ہے:
2. خودی کو ایک تربیتی نظریہ کے طور پر پیش کیا جاسکتا ہے جو طالب علموں میں خود اعتمادی، مقصدیت، اور اخلاقی شعور پیدا کرے۔
3. جدید نظام تعلیم میں character formation پر زور دیا جا رہا ہے۔ اقبال کا خودی کا نظریہ اس سلسلے میں ایک مکمل فریم ورک مہیا کرتا ہے۔
4. اقبال کی خودی نوجوان کو مقلد کے بجائے خلاق (creative) اور قائد بننے پر آمادہ کرتی ہے، جو post-colonial معاشروں میں از حد ضروری ہے۔
5. "Iqbal's Khudi is not just an idea of selfhood; it is an entire pedagogy of empowerment."²⁴

خودی اور عصر حاضر کے چیلنجز

1. اقبال کا تصور خودی آج کے فکری، سماجی اور نفسیاتی بحرانوں کا ایک قابل عمل جواب بن سکتا ہے:
2. موجودہ دور میں انسان وجودی خلا (existential vacuum) کا شکار ہے۔ اقبال کی خودی انسان کو باطن میں جھانکنے، معنی تلاش کرنے، اور خدا سے رشتہ قائم کرنے کا حوصلہ دیتی ہے۔

- موجودہ زمانہ ظاہری شناخت اور virtual self پر زور دیتا ہے، جب کہ اقبال کی خودی باطنی صداقت اور اخلاقی جرات پر استوار ہے۔
- خودی فرد کو قوم سے جوڑتی ہے، جب کہ آج کا فرد مغربی انفرادیت (individualism) میں گم ہے۔
- اقبال کی خودی اس دوئی کو ختم کرتی ہے اور دین و دنیا کو ایک واحد زندگی کا تسلسل قرار دیتی ہے۔

خلاصہ کلام

تحقیق کے اہم نتائج کے خلاصے کے طور پر یہ بات سامنے آئی کہ اقبال کا تصور خودی محض ان کا انفرادی فلسفہ نہیں بلکہ قرآن، حدیث اور اسلامی تصوف سے جڑا ہوا ایک جامع فکری نظام ہے جو انسان کو نفس کی پاکیزگی کے ذریعے عہدیت سے عبودیت کی طرف لے جاتا ہے، جیسا کہ قرآن کی آیت "قَدْ أَفْلَحَ مَنْ زَكَّاهَا" سے واضح ہے۔ اقبال نے خودی کو فرد مسلم کی فعالیت، آزادی، اور تخلیقیت کا سرچشمہ قرار دیا اور فرد کو جبر و تقلید کی زنجیروں سے نکال کر اسے خدا کے نائب کے طور پر متعارف کروایا جیسا کہ وہ لکھتے ہیں "The ego is not merely a principle of self-assertion, it is the center of all experience"۔ ان کے نزدیک خودی قومی شعور، دینی غیرت اور اجتماعی تعمیر کا منبع ہے اور ان کی اردو و فارسی شاعری میں خودی کا انقلابی و تربیتی اظہار نوجوانوں کو راہ عمل عطا کرتا ہے۔ اقبال کی خودی آج کے دور کے بڑے چیلنجز جیسے شناخت کے بحران، اخلاقی انحطاط، مغربی تہذیبی دباؤ اور روحانی خلا کا مؤثر حل پیش کرتی ہے۔ اسی تناظر میں اقبال نے مسلم نوجوان کو ہمیشہ اپنی توجہ کا مرکز بنایا اور اس کے لیے "شاہین"، "مرد مومن" اور "فرد خود آگاہ" جیسے استعاروں سے روحانی و فکری بلندی کا پیغام دیا، جیسا کہ وہ کہتے ہیں: "نہیں ہے نا امید اقبال اپنی کشت ویراں سے، ذرا غم ہو تو یہ مٹی بڑی زرخیز ہے ساقی"۔ ان کا پیغام نوجوان کو جذباتی کرنے کے بجائے عملی خودی، عقل سلیم اور کردار سازی کی تعلیم دیتا ہے تاکہ وہ consumerism، identity crisis اور secular pressures کے خلاف اندرونی شعور کے ساتھ ڈٹ سکے اور امت مسلمہ کے احیاء

²⁴ Nasr, *Islamic Science and the Making of the European Renaissance*, 1992, p. 174

میں فعال کردار ادا کرے۔ آئندہ تحقیق کے لیے متعدد امکانات موجود ہیں جیسے اقبال کے تصورِ خودی کا Nietzsche، Kierkegaard، Rumi، اور Ibn Sina کے افکار سے تقابلی مطالعہ؛ postcolonial تھیوری کے تحت اقبال کی فکر کا تجزیہ؛ نصابِ تعلیم میں خودی کے تصور کا تربیتی ماڈیول کے طور پر اطلاق؛ gender studies کے حوالے سے خواتین کے کردار میں خودی کی معنویت؛ اور Carl Jung، Viktor Frankl، اور Abraham Maslow جیسے جدید انسانی وجودی ماہرین نفسیات کے نظریات کی روشنی میں خودی کے تصور کا تجزیہ، جو اس موضوع پر مزید وسعت و گہرائی کا باعث بن سکتے ہیں۔